ISSN 2230-7850 Impact Factor : 3.1560 (UIF) Volume - 5 | Issue - 11 | Dec - 2015

Indian Streams Research Journal

"ہماری شاعری کے نصف اول پر ایک نظر"

(ڈاکٹر فرزانہ ایم۔ شیخ (اسوسیٹ پروفیسر)۔ یو۔ی۔ ایس مہیلا مہاودھیالیہ، سولاپور۔)

'ہماری شاعری' سید مسعود حسن رضوی ادیب کی تنقیدی تصنیف ہے۔ جس کے تعلق سے خود وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مولانا الطاف حسین حالی کی تصنیف 'مقدمہ شعر و شاعری' کا تتمہ ہے۔ یعنی مقدمہ میں حالی نے تصویر کا ایک رخ یعنی قدیم اردو شاعری کی صرف خامیاں بیان کی ہیں۔ قدیم اردو شاعری سے متعلق حالی جیسے عظیم المرتبت شاعر کے خیالات جاننے کے بعد ہماری جدید انگریزی تعلیم یافتہ نسل قدیم اردو شاعری سے یکسر منحرف ہوگئی تھی۔ ان کی اور عام قاری کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے مسعود حسن رضوی نے تصنیف 'ہماری شاعری' لکھی۔ اور مقدمہ میں جو باتیں حالی سے چھوٹ گئی تھیں انھیں 'ہماری شاعری' میں پیش کیا۔

'ہماری شاعری' دو طویل مضامین پر مشتمل ہے۔ یہاں صرف پہلے مضمون کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مضمون میں جذبات کی اہمیت، شعر کی تعریف، ہیئت اور حقیقت، شعر کی معنوی و لفظی خوبیاں اور مختلف صنعتوں سے بحث کی گئی ہے۔

تصنیف 'ہماری شاعری' کے آغاز میں مسعود حسن نے انسانی زندگی میں جذبات کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس عالم فانی میں انسان کے تمام افعال کا سرچشمہ جذبات ہیں۔ جذبہ کی بدولت انسان کبھی عشق حقیقی میں مبتلا ہوتا ہے۔ کبھی عشق مجازی اور کبھی کسی علم و فن کو حاصل کرنے کے جنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ جذبہ ہی تھا کہ جس کی بدولت ابراہیم بے خوف و خطر آگ میں کود گئے۔ ہرکی نے سیدھی چٹان سے نیچے اترنے کا خطرہ مول لیا۔ اور سقراط نے خوشی خوشی زہر کا پیالہ نوش فرمایا۔ مسعود حسن رضوی نے 'ہماری شاعری' میں جذبات کی ترجمانی انتہائی خوبصورت انداز میں کی ہے کہتے ہیں۔

> "دنیا میں جو کچھ رونق اور چہل پہل ہے۔ وہ جذبات کی بدولت ہے۔ اگر خوشی غم، محبت، عداوت نفرت خوف ہمدردی وغیرہ سب جذبے نابود ہو جائیں تو دنیا میں ایک سناٹا چھا جائے۔ نہ گلاب کے چمن سے فرحت ہو، نہ ببول کے بن سے وحشت، نہ شاما کے سحری نغموں سے روح بیدار ہو، نہ کوے کی بے ہنگام صدا کانوں پر بار ہو، نہ کسی سے ملنے کا اشتیاق ہو اور نہ کسی سے بچھڑنا شاق ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ مختصر یہ کہ جذبات فنا ہو جائیں تو رشتے ٹوٹ جائیں۔ تعلق چھوٹ جائیں زندگی کی دلچسپیاں مٹ جائیں سوسائٹی کی بنیادیں ہل جائیں۔ معاشرت کی کلیں بگڑ جائیں تہذیب و تمدن کے کارخانے بند ہو جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔۔ 31 ,32 Page "ہماری شاعری"۔

فطرت کبھی اپنی فیاضیوں میں کوتاہی نہیں برتی۔اس نے ہرانسان میں عطیہ الٰہی سے فیض پانے کا جذبہ ودیعت فرمایا ہے۔اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اس سے کس طرح لطف حاصل کرے جو بندہ عطیہ الٰہی کی ناقدری کرتا ہے۔تو خدا اُس سے اس کی صلاحیتوں کو چھین لیتا ہے۔جس طرح پیہم عمل انسان کی صلاحیتوں میں اضافہ کرتا ہے اُسی طرح ترکِ عمل انسان کی صلاحیتوں میں تخفیف بھی کرتا ہے۔مسعود حسن رضوی کا کہنا ہے کہ انسانی زندگی میں شعر کی بڑی اہمیت وافادیت ہے۔شعر فہمی کی صلاحیت بھی عطیہ الٰہی ہے۔جس پر مسعود صاحب نے جامع انداز میں یوں روشنی ڈالی ہے۔

> "یہ سچ ہے کہ شعر سے لازمی طور پر کوئی فائدہ نہیں ہوتا لیکن اگر ذہن کی تیزی، دل کی شگفتگی روح کی بیداری اور اخلاق کی استواری کا شمار بھی فائدوں میں ہے تو شعر وشاعری کے مفید ہونے کا کون انکار کرسکتا ہے؟ شاعری بے حس قوتوں کو چونکاتی ہے۔سوتے احساس کو جگاتی ہے۔مردہ جذبات کو جلا بخشتی ہے۔دلوں کو گرماتی ہے۔حوصلوں کو بڑھاتی ہے مصیبت میں تسکین دیتی ہے مشکل میں استقلال سکھاتی ہے۔بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوارتی ہے اور گری ہوئی قوموں کو اُبھارتی ہے۔" (صفحہ نمبر ۳۴، ۳۵ (ہماری شاعری)

شعر کی حقیقت اور ہیئت کے متعلق مسعود صاحب کا یہ کہنا ہے کہ علم عروض کی اصطلاح میں کلام موضوع کو شعر کہتے ہیں۔ اور منطق کی اصطلاح میں با اثر کلام کو یعنی عروض میں صورت شعر سے بحث کی جاتی ہے۔اور منطق میں نفس شعر سے مصرع لفظوں کی موزونیت سے اور نظم مصرعوں میں باہمی توازن اور تناسب سے فتح ہے۔ شعر میں موزونیت کی اہمیت کو مختلف مثالوں کے ذریعہ مسعود حسن رضوی نے واضح کیا ہے۔کہتے ہیں موزونیت کے سبب نثر کے مقابلے میں نظم میں دلکشی پیدا ہوتی ہے۔یہ جذبات کو متحرک کرتی ہے۔اس کی بدولت نظم نثر کے مقابلے میں جلد یاد ہوتی ہے۔اور دیر تک یاد رہتی ہے۔مثلاً نثر میں طالب علموں کے لیے دلی پر حکمرانی کیے ہوئے مسلمان بادشاہوں کے نام ترتیب سے یاد رکھنا بہت مشکل ہے لیکن وہیں نظم میں موزونیت کی بنا پر طلبا اُن بادشاہوں کے نام ترتیب سے اور جلد یاد کر لیتے ہیں۔شعر ہے۔

غزنی اور غوری ہوئے بعد ازاں آئے غلام
خلجی تغلق سید لودی، مغل پر اختتام

یوں تو قافیہ اور ردیف کا شمار شعر کے عناصر میں نہیں ہوتا۔لیکن کی پابندی سے شاعری ساحری بن جاتی ہے۔کو اکثر نقاد انھیں کے اظہار میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔مگر مسعود حسن رضوی کی نظر میں ان عقادوں کا یہ کہنا غلط ہے۔غزل میں تو شاعر پر صرف قافیے کی پابندی لازمی ہے۔لیکن مسلسل نظم میں شاعر پر نہ صرف تسلسل خیال کی پابندی عائد ہے۔بلکہ اس کے ساتھ ہم موضوع قافیہ کی پابندی ہے۔جب مسلسل نظم میں قافیہ شاعر کے خیال کے اظہار میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔تو غزل میں رکاوٹ کس طرح بن سکتا ہے۔اس کی مثال میں مسعود حسن نے میر تقی میر کے دو شعر دیے ہیں۔موضوع ایک ہی ہے۔لیکن ایک بے قافیہ شعر ہے

اور دوسرے میں قافیہ کی پابندی کی گئی ہے۔ اور قافیہ کی پابندی کی بدولت شعر کے حسن واثر میں کس طرح اضافہ ہوا ہے اشعار سے ہے۔

حالت سے میرے دل کی خبر تجھ کو کیا نہ تھی
ظالم نگاہ چشم ادھر کی غضب کیا

خبر نہ تھی تجھے کیا میرے دل کی حالت کی
نگاہ چشم ادھر تو نے کی قیامت کی

مسعود حسن رضوی قافیہ اور ردیف کی پابندی شعر کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ بقول مسعود صاحب کے

''جس طرح گذرگاہ کی تنگی دریا کی روانی میں طغیانی اور جوش وخروش پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح وزن، قافیہ اور ردیف کی پابندی شاعر کے تخیل کو رسا اور فکر کو تیز کر دیتی ہے۔''

کلام کو موثر بنانے کے لیے موزونیت اوزان، ردیف اور قافیہ کے علاوہ اور دیگر شعری خصوصیتوں کی ضرورت بھی ہے جن میں خیال اور الفاظ دونوں اہم ہیں۔ انھیں شعر کی معنوی اور لفظی خوبیاں کہا جاتا ہے۔

☆ شعر کی معنوی خوبیاں:

شعر کی معنوی خوبیوں میں اصلیت وسادگی، بلندی باریکی اور تڑپ کا شمار ہوتا ہے۔ اصلیت سے مسعود کی یہ مراد ہے کہ جس چیز سے وہ خیال متعلق ہو اس کا حقیقت میں وجود ہو یا عقل واعتقاد کی رو سے ممکن ہو یا مان لیا گیا ہو۔ حقیقت کی دنیا میں شاعر پر اصلیت کی پابندی لازمی ہے۔ لیکن خیال کی دنیا میں شاعر کی تخیل ہر قید سے آزاد ہوتی ہے۔

شعر اور حکمت دونوں میں حقیقت کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ لیکن دونوں کی حقیقت میں فرق ہے۔ جس کو مسعود حسن رضوی نے مختلف مثالوں کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ مثلاً حکیم ہر شے کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ فی نفسہ کیا ہے اور شاعر اس نظر سے کہ وہ ہمیں کیا معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر چہرے کی جھریاں جب تک محض جھریاں ہیں۔ اس وقت تک حکیمانہ تحقیق کا موضوع ہیں۔ لیکن جب ایک خاص عمر میں وہ عمر کے کاروان رفتہ کا نشان معلوم ہونے لگی ہیں تو شاعری کی حد میں آتی ہیں دوسرا یہ کہ حکیم کی نظر بظاہر یکساں چیزوں میں اختلاف کو ڈھونڈتی ہے۔ اور شاعر کی فطرت دو مختلف اشیاء میں یکسانیت کو تلاش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تشبیہ واستعارہ شاعرانہ بیان کی جان ہیں۔

غرض حکمت کا تعلق دماغ سے ہے اور شاعری کا تعلق دل سے اس لئے حکمت سے ہم چیزوں کو معلوم کر سکتے ہیں اور شاعری سے محسوس۔ شاعری کی بدولت بہت سی باتیں جو اصلیت سے خارج ہیں۔ حقیقت پر مبنی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ مثلاً

شاعرانہ اصلیت کے موضوع پر شعر دیکھیے۔

کاٹے کھاتے ہے باغ بن تیرے
گل ہیں نظروں میں خار بن تیرے

خیال کی سادگی سے مسعود صاحب کی یہ مراد ہے کہ خیال میں کس قسم کی کوئی پیچیدگی اور الجھاؤ نہ ہو اور یہ کہ شاعر شعر کی بنیاد کسی ایسے خیال پر رکھے جو اس کے دل میں واضح طور سے موجود ہو اور وہ وہی بات دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرے۔ جسے وہ خود بخوبی سمجھا ہو۔

شعر میں خیال کی بلندی کے بارے میں مسعود کہتے ہیں کہ خیال رکیک اور عامیانہ نہ ہو بلکہ شریفانہ ہو۔ ہاں اگر کسی پست فطرت بندے کا ذکر ہو کیا جا رہا ہے۔ تو اس میں رکاکت اور عامیانہ پن سب کچھ ہونا چاہیے ورنہ شعر اصلیت سے دور ہو جائے گا۔

کچھ قفس میں ان دنوں لگتا ہے دل
آشیاں اپنا ہو برباد کیا

تڑپ کے متعلق مسعود صاحب کا کہنا ہے تڑپ سے مراد جذبات ہیں۔ شعر میں اگر جذبات نہ ہو تو وہ خیال شاعرانہ نہ ہو گا۔ حکیمانہ اور واعظانہ ہو گا۔ حکیمانہ خیال کی مثال دیکھیے۔

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

شاعرانہ خیال کی مثال:

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

☆ شعر کی لفظی خوبیاں:

شاعرانہ بیان کی خوبیوں کا دوسرا حصہ شعر کی لفظی خوبیوں پر محتوی ہے۔ جس میں سادگی اختصار زور، مناسبت خیال شعر کی جدت کا شمار ہوتا ہے۔ بقول مسعود صاحب جس کے لفظ کی سادگی کا انحصار ان چیزوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً:

ا) شاعر آسان لفظوں میں شعر کہے۔ آسان لفظوں میں شعر کہنا شاعر کے کلام کی سند ہے کیوں کہ یہ سننے میں جتنا آسان لگتا ہے کہنے میں اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔

۲) شاعر کو شاعر ہے کہ لفظ کی ترتیب میں قواعد زبان اور اُصول بیان کا خیال رکھے اور شعر کے حسن واثر میں اضافہ کرنے کے لیے محاورے اور روزمرہ کی پابندی کرے۔

۳) شعر کا وزن مجبور کرے تو لفظ کی ترتیب میں تبدیلی کرے۔ لیکن اس مہارت سے کہ قاری کو اس تبدیلی کا مطلق احساس نہ ہو۔

۴) لفظ کی سادگی کے سلسلے میں شاعر پر ایک پابندی یہ بھی عائد ہے۔ کہ شعر میں الفاظ کو ان کے مخصوص جگہوں پر رکھیں۔ لفظ اپنی جگہ سے جتنا دور ہٹیگے عبارت کانوں کو اتنی ہی ناگوار لگے گی۔ اور مفہوم کے سمجھنے میں بھی اتنی ہی دقت ہوگی۔

۵) سادگی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ لفظ کے ضروری اجزاء چھوٹ نہ جائیں۔ اور اگر چھوٹ بھی جائیں تو شعر میں ایسے الفاظ موجود ہوں جو چھوٹے ہوئے حصے تک ذہن کو پہنچادیں۔ تو یہ سادگی کے خلاف نہ ہوگا۔ لیکن شعر کی درمیانی کڑیاں چھوٹ جائیں اور شعر میں کوئی ایسا لفظ بھی موجود نہ ہو جو چھوٹے ہوئے حصہ تک رہنمائی کرے تو ایسے شعر کو معمی کہتے ہیں۔ مثلاً شعر ہے۔

کس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

شعر کی لفظی خوبی ''اختصار'' کے متعلق مسعود صاحب کا خیال ہے کہ کلام میں اختصار کا وصف پیدا کرنے کے لیے مقام کی مناسبت سے الفاظ کا استعمال کرنے بے حد ضروری ہے۔ جس سے شعر کے معنی میں وسعت اور اثر شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ علاوہ اس کے مناظر کی تصویر کشی واقعات کے بیان اور جذبات کے اظہار میں بھی اختصار سے کام لینا بے حد ضروری ہے۔

کلام کے زور سے مسعود صاحب کی یہ مراد نہیں ہے کہ الفاظ کے ذریعے غیظ وغضب، رعب وداب، خوف وہیبت اور شان وشوکت کی کوئی کیفیت دیکھائی جائے بلکہ اس سے اُن کی مراد کسی جذبے یا کیفیت کو شدت کے ساتھ دیکھانا ہے۔

مناسبت الفاظ بھی شعر کی لفظی خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی ہے۔ مناسبت الفاظ کی مسعود نے دو صورتیں بیان کی ہیں۔ ایک لفظ کی مناسبت خیال سے دوسرا لفظ کی مناسبت لفظ سے، پہلی صورت کو وہ بلاغت کہتے ہیں۔ اور دوسری کو فصاحت۔ پہلی صورت کی اور دو قسمیں ہیں ایک لفظ کی مناسبت بہ اعتبار آواز دوسرا بہ اعتبار لفظ۔ لفظ کی مناسبت آواز سے ہونے کے متعلق مسعود حسن کا یہ کہنا ہے کہ بعض لفظوں کی آواز نرم و نازک ہوتی ہے تو بعض کی سخت، کرخت اور مہیب۔ اس لیے جیسی بات کہنی ہے ویسے الفاظ کا استعمال کرنا چاہیے تا کہ لفظوں کی آواز اُن کے معنی کو اور واضح کر سکے۔ مسعود صاحب کے خیال میں ہم معنی الفاظ بھی اثر میں یکساں نہیں ہوتے۔ مثلاً زنداں اور جیل، پاگل، اور دیوانہ مثال کے طور پر ان مصرعوں کا جائزہ لیجیے۔

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی

اور

دیوانہ مرگیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری

پہلے مصرع میں زنداں کی بجائے 'جیل' کا لفظ اور دوسرے مصرعے میں دیوانہ کی جگہ 'پاگل' کے لفظ کا استعمال کریں گے۔ تو کلام کی شعریت بالکل مفقود ہو جائے گی۔

بعض اوقات کئی الفاظ ایک ہی چیز پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان کے لغوی معنی یکساں نہیں ہوتے اس لئے وہ اثر میں بھی یکساں نہیں رہتے۔ مثلاً : ذات خداوندی کئی اوصاف کی حامل ہے۔ لیکن جب ہم خدا سے رحم کی درخواست کرتے ہیں تو اس طرح نہیں کہتے کہ اے قہار! ہم پر رحم فرما:

☆ **لفظ کی مناسبت لفظ سے:**

اس عنوان کے تحت مسعود صاحب کا یہ کہنا ہے کہ شعر میں ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہیے جس کو ادا کرتے وقت زباں کہیں بھی نہ رکتی ہو۔ بعض اوقات فصیح الفاظ کے ملنے سے کریہہ آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور کبھی غیر فصیح الفاظ اپنے گردوپیش کے لفظوں سے مل کر خوشگوار آواز پیدا کرتے ہیں۔

☆ **شعر کا ترجمہ:**

شعر کے ترجمے کے تعلق سے مسعود حسن کا یہ کہنا ہے کہ کوئی شاعر کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو لیکن وہ ایک ہی قسم کے موضوع اور خیال کو دوالگ طرح کے دلکش میں موثر طریقے سے باندھ نہیں سکتا۔ کیوں کہ اثر کا انحصار الفاظ پر ہوتا ہے۔

کلام کی جدت سے مسعود صاحب کی یہ مراد ہے کہ خیال غیر معمولی ہو اور موجود اجزا کا نیا مجموعہ ہو۔ جدت سے شعر میں وہ لطف اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ سننے والے پر پروجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ تشبیہ، استعارہ تمثیل اور کنایہ سے طرز ادا میں جدت وندرت اور کلام میں اثر و اختصار پیدا ہوتا ہے۔ لیکن شاعر کو چاہیے کہ موقع ومحل کے لحاظ سے ان چیزوں کا استعمال کرے کیوں کہ ہر جدت کلام کو غیر معمولی نہیں بناتی۔

''ہماری شاعری'' کے پہلے مضمون کے آخر میں مسعود حسن نے صنعتوں پر بھی بحث کی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ بعض صنعتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا کلام کے حسن میں بالکل دخل نہیں ہوتا۔ بعض صنعتوں کا وجود رسم الخط سے وابستہ ہوتا ہے۔ کہ اگر انھیں دوسرے رسم الخط میں لکھا جائے تو ان کا وجود نہ رہے گا۔ صنائع معنوی کا تعلق لفظوں کی آواز سے ہے خط کی تبدیلی ان پر اثر

اندازنہیں ہوتی۔ جن صنعتوں کا تعلق صرف الفاظ کی تحریری صورت سے ہے۔ جب تک کوئی بتانے والا اس کے متعلق نہ کہے یا اُن کی طرف اشارہ نہ کرے تو اس وقت تک شعر میں ان کی موجودگی کا علم نہیں ہوتا۔

عرض صنعتوں کے استعمال کے متعلق مسعود صاحب کا یہ کہنا ہے کہ صنعتوں کا استعمال موقع اور محل اور مقدار کی مناسبت رکھ کر کرنا چاہیے۔ تاکہ اُن کے استعمال سے کلام کے حسن میں اضافہ ہو سکے۔

حواشی :

۱) ہماری شاعری صفحہ نمبر ۳۱، ۳۲

۲) ایضا صفحہ نمبر ۳۴، ۳۵

ہماری شاعری (ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ایڈیشن ۲۰۰۸ء)

Dr. Farzana M. Shaikh
Associate Professor & H.O.D.URDU U.E.S. Mahila Maha Viddyalae Solapur. (MS)